زمانہ اور زندگی

امام زمانہؑ کی طول عمر، غیب اور باوصفِ غیب ہدایت و رہنمائی کا ایک فلسفیانہ لیکن عام فہم تجزیہ

حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ عقیل الغروی صاحبقبلہ، دہلی

لوگ زندگی کے معرّفی زمانے کی نسبت سے اس طرح کراتے ہیں جیسے زمانہ علّت ہو اور زندگی اس کی معلول۔ حالانکہ زمانہ، زندگی اور کائنات کا ایک باریک حسّی پہلو ہے۔ اس کی حقیقت اور وسعت زندگی کی حقیقت اور وسعت سے عبارت ہے نہ بالعکس۔

زمانے کی یہی کچھ حقیقت ہے کہ وہ زندگی کا آئینہ ہے اور حیات اور کائنات کا ایک پیمانۂ اعتبار۔ جس طرح کمیت اور کیفیت کے اور مختلف قیاسی پیمانے ہیں یہ حرکت زندگی اور تخلیق وتاریخ کا ایک اضافی یا اعتباری موضوعی پیمانہ ہے۔ اضافی، اعتباری یا نیم موضوعی بھی اس لئے کہ حرکت کا اثر اور مادے کا ایک خاصّہ ہونے کے باوصف بجائے خود غیر مادی ہے اور اسی لئے ایک روشن اور واقعی سائنسی حقیقت ہونے کے باوجود ایک فلسفی معمہ بنا ہوا ہے لیکن جب کہ پیمائش کے قیاسی اصولوں پر مبنی مختلف آلات پیمائش کی فہرست میں ''وقت'' کی پیمائش کا آلہ بھی موجود ہے تو زمانے کی موضوعیت کو قطعی مبہم نہ سمجھنا چاہئے بلکہ یہ زندگی ہی کی طرح موضوعی بھی ہے اور معروضی بھی۔ اور یہی اس کی اضافیت ہے۔

گھڑی مت دیکھو، پھیپھڑے یا نبض کی حرکت ہی کو گننے کی کوشش کرو تو بھی ''عمر'' کا ایک تصور اور ایک پیمانہ بن جائے گا۔ ''کسی شخص نے کَے نَفَس زندگی بسر کی؟'' لیکن دن مہینہ برس گنتے رہو، زندگی کے اعمال اور نتائج کا کچھ خیال نہ کرو تو زمانے اور وقت کی معنویت کچھ بھی سمجھ میں نہ آئے گی اور شاید ایسا لگے گا کہ جیسے کوئی وقت کچھ پیدا کر دیتا ہے کوئی وقت کچھ ضائع کر جاتا ہے۔ کچھ پتہ نہیں لگے گا کہ انسان وقت کے ہاتھوں مجبور ہے یا مختار اور یہ وقت جادو کا تماشہ ہے یا خنجر ہے یا خدا؟! حالانکہ زندگی تیز ہو تو زمانہ اور وقت بھی حرارت میں بدل کر گم ہو جاتا ہے۔ زندگی سست پڑ جائے تو زمانہ اور وقت بھی سرد اور ناقابل گزران طوال میں بدل جاتا ہے۔ وقت کی اپنی تاثیر اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کہ وہ زندگی کا آئینہ بردار پیمانہ ہے! نہ جادو کا تماشہ ہے نہ خنجر ہے، نہ خدا۔ یہ تو آدمی ہے اور زندگی کہ دھاردار ہو جائے تو وقت کو بھی خنجر بنا دے اور اُلوہیت کے شعور سے بے بہرہ ہو جائے تو وقت ہی کو خدا سمجھ بیٹھے۔

یاد رہے کہ زمانے کو خنجر سمجھنا نفسیاتی مریض ہونے کی نشانی ہے اور خدا سمجھنا جہالت کی تاریکیوں میں صنم پرستی کے مضافات میں کوئی مقام۔

زمانہ ایک روشن سائنسی حقیقت ہے بالکل واقعی اور مفہوم! جو خود زندگی کو بھی عقل انسانی کے لئے واقعی اور مفہوم

بنا تا ہے لیکن وہ خود بھی زندگی ہی کا ایک جز یا ایک ''باریک حسّی پہلو'' ہے زندگی کا سبب یا زندگی کی علت نہیں ہے۔

اسے یوں سمجھنا چاہئے کہ جو کچھ فلسفیانہ مفہوم میں ''وجود خارجی'' کے ضمن میں لا سکتے ہیں وہ حقیقت میں حرکت ہی ہے۔ یعنی یہ کہنا صحیح ہو کہ نہ ہو کہ ''کامل سکون'' وجود نہیں رکھتا۔ لیکن یہ قطعی طور پر کہا جا سکتا ہے اور کہنا چاہئے کہ ''کامل حرکت'' وجود رکھتی ہے۔ اور ''سکون'' بس نظامِ حرکت کا ایک توازن ہے۔ یہ زندگی اور کائنات سراسر حرکت ہی ہے یا حرکت کے اثرات کا خارجی یا حقیقی وجود۔ اور زمانہ، گویا اس کا ایک قسم کا احساس اور اندازہ ہے۔ ایک ایسا احساس اور اندازہ جو بجائے خود حرکت ہی کا اپنے ہی وجود کو دیا ہوا ایک خاصہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ ''جو کچھ'' ہے وہ ''حرکت'' ہے۔ زندگی حرکت کا اثر ہے اور زمانہ حرکت کا احساس۔ اور آپسی تعامل کی نسبت میں، شاید اس پر کوئی دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں کہ احساس، اثر کا تابع ہی ہو سکتا ہے۔ (زمانے اور زندگی کے درمیان علّت و معلول یا سبب اور اثر کی کوئی نسبت وجود نہیں رکھتی۔ بلکہ ان میں احساس اور اثر کی نسبت قائم ہے بلکہ ایک اعتبار سے یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ احساس اثر کا معلول ہے کہ جب کوئی اثر مرتب ہی نہیں ہوگا تو احساس کس کا ہوگا؟)

یہاں سے عرصۂ تاریخ اور کائنات میں انسان کے اختیار کی وسعت بھی سامنے آتی ہے اور یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ زندگی کو زمانے سے ناپنا تو درست ہے لیکن زمانے کے شمار کی زیادتی سے زندگی کے خاتمے یا ضعف کا حکم نہیں جاری کیا جا سکتا بلکہ زمانے کے شمار کی زیادتی کے ساتھ زندگی کی قوت اور عظمت کا حکم اور اعتبار حاصل ہوتا ہے! اور اس سے زیادہ ایک حیرتِ امید، حیرتِ علم، حیرتِ یقین اور بس!

اَدوار اور اَعمار

اوپر کی بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ زمانہ، تاریخی ماہیت کے آلۂ پیمائش کے طور پر ادوار اور اعمار کے اندازے، امتیازات اور اختلافات کا نقش نگار ضرور ہے لیکن خود کوئی دور نہیں لاتا نہ کوئی زندگی جنم دیتا ہے، بلکہ زمانہ، زندگی کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور جو زمانہ جس زندگی کے ساتھ شروع ہوتا ہے اسی زندگی کے ساتھ قائم رہتا ہے اور اسی زندگی کے سفر کے خاتمے کے ساتھ اپنے ''دور'' کو ختم کرتا ہے۔ زندگی کے تنوع کے ساتھ زمانے کے ادوار کے تنوع کا راز یہی ہے۔

ہم کسی انسان کی زندگی کے زمانے کے ساتھ کسی دوسرے انسان کی زندگی کے زمانے کو ہم وزن اور ''ایک'' نہیں کر سکتے! ہم جو کر سکتے ہیں تو یہ کہ کسی ایک انسان کی زندگی کے زمانے کے حوالے سے دوسرے انسان کی زندگی کا کچھ تشخص یا امتیاز قائم کر لیں! اس طرح یہ بھی ممکن ہے کہ دو انسانوں کی زندگیاں زمانے کے دو بالکل متوازی ادوار بناتی ہوئی نظر آئیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں ادوار بظاہر بالکل متحد بھی نظر آئیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک انسان کی زندگی دوسرے انسان کے دورِ زندگی سے متجاوز ہو کر کئی اور انسانوں کے ادوارِ زندگی کے حوالے سے بھی اپنا تشخص اور امتیاز بنا سکے۔ لیکن ان امکانات اور ان کے مختلف گوشوں پر نظر ڈالنے کے پہلے ایک مثال کے ذریعہ عمروں اور ادوار کے ربط کو ذرا اور وضاحت سے سمجھ لینا مناسب ہوگا۔

جس وقت کوئی لکھ رہا ہو اور کوئی 'اور' مثلاً سو رہا ہو تو دونوں ایک ہی وقت میں نہیں ہوتے۔ جو لکھ رہا ہوتا ہے اس کا لکھنے کا وقت ہوتا ہے اور جو سو رہا ہے اس کا سونے کا۔ اس ایک ہی مثال سے کئی حقیقتیں سمجھی جا سکتی ہیں۔ پہلی حقیقت تو یہی کہ

لکھنے یا سونے کے مظاہرِ زندگی وقت نے نہیں خلق کئے۔ ورنہ دونوں انسان بظاہر ایک وقت میں ایک ہی مظہر زندگی پیش کرتے لیکن ایک نے لکھنے کا عمل اختیار کیا تو اس کے وقت نے لکھنے کے حوالے سے نشان پایا۔ اور ایک نے سونے کا عمل انجام دیا تو اس کے وقت نے سونے کے حوالے سے نام پایا۔ جب کہ ''مشینی وقت'' کے حوالے سے دونوں نے ایک ہی ساعت میں یہ زندگی بسر کی لیکن دونوں نے ایک دوسرے سے بالکل مختلف وقت کے حوالے قائم کئے یہ ہے وقت کی ''کیفی اضافیت''۔

اب اسی ''مشینی وقت'' کے ساتھ ایک فرد ایک ساعت تک لکھنے کا عمل کرتا رہا اور دوسرا سوتا رہا۔ لیکن لکھنے والے نے بظاہر اس ایک ساعت میں جو لکھا وہ شاید کوئی ایک برس میں لکھتا، یا خود وہ محسوس کرتا ہے کہ اس نے جیسے ایک برس کا کام کرڈالا۔

اور دوسرا جو سوتا رہا، اس کے لئے ایک ساعت محض ایک لحظہ یا لمحہ تھی، وہ اپنی نیند سے ابھی مطمئن بھی نہ ہوسکا تھا (ابھی اس کی نیند بھری بھی نہ تھی) کہ دوسرے نے اسے جگا دیا اور کہا کہ میں نے سال بھر کا کام کرڈالا۔

سونے والا، بیدار رہ کر کام کرنے والے کا مذاق اڑا سکتا ہے اور یہ اس کی تکذیب کرسکتا ہے لیکن واقعہ اپنی جگہ پر ہی ہے کہ ایک نے محض ایک لحظہ نیند میں بسر کیا اور ایک نے سال بھر کا کام کیا ہے۔ جب کہ ان دونوں کے مقابلے میں ''مشینی وقت'' کی ایک ہی ساعت گذری ہے یہ ہے زمانے کی حیرت انگیز کمّی اضافیت۔

اسی طرح ہر زندگی، ہر حرکت، ہر موجِ حیات کی کمیت اور کیفیت ممیز بھی ہے اور مُدغم بھی یہی حقیقت ہے اضافیت کی، اور یہی اضافیت، حقیقت ہے زندگی کے تنوع کے ساتھ زمانے کے ادوار کے تنوع کی۔

اس مثال سے حاصل ہونے والے نتیجہ کی تصدیق کے لئے یہاں جابر بن حیان کے مکالمات سے ایک اقتباس پیش کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

جابر، امام جعفر صادقؑ سے الٰہیات کے بعض دقیق مسائل پر سوالات کرتے کرتے ایک ایسے مقام پر پہنچ گئے ہیں جہاں امام کو متنبہ کرنا پڑتا ہے:

''اے جابر! کیا تم اس کا تصور کرسکتے ہو کہ خدا کے ازلی وابدی ہونے کی مدت کس قدر ہے؟

جابر: کیا دس ہزار سال سے زیادہ ہے؟

امامؑ: ہاں، اے جابر!

جابر: کیا پچاس ہزار سال سے زیادہ ہے؟

امامؑ: ہاں، اے جابر!

جابر: کیا ایک لاکھ سال سے زیادہ ہے؟

امام: ہاں، اے جابر!

جابر: کیا ڈیڑھ لاکھ سال سے بھی زیادہ ہے؟

امام: ہاں، اس سے بھی زیادہ ہے۔

جابر: اب میرا تصور اس سے آگے نہیں جارہا ہے۔

امام: اے جابر! تم ڈیڑھ لاکھ سے کہیں زیادہ بڑے اعداد کا حوالہ دے سکتے ہو۔ اپنی قوت فکر سے ازل وابد کے درمیانی فاصلے کا اندازہ کرو۔ لیکن میں تصدیق کرتا ہوں کہ جس وقت ازلی اور ابدی کا ذکر ہوتا ہے تو انسان کی فکر اس کا ادراک نہیں کرسکتی کہ ازل کس وقت سے شروع ہوا اور ابد کب تک باقی رہے گا مبداء ازل اور منتہائے ابد کی درمیانی مدت معلوم کرنے کے لئے اس کا حساب لگانا بشری فکر وحساب کی قوت سے خارج ہے۔ میں تم سے اتنا ہی کہتا ہوں کہ اگر میں اور تم مزید ایک سو سال تک زندہ رہیں اور اس ساری مدت کے اندر

تم برسوں کی تعداد چند در چند بڑھاتے جاؤ اور ہر لمحہ اس شمار کو دوگنا کرتے چلے جاؤ پھر بھی سو سال کے بعد جو عدد حاصل ہوگا وہ اس مدت سے بہت ہی چھوٹا ہوگا جو آغازِ ازل اور انتہائے ابد کے درمیان موجود ہے۔

جابر: آیا اس تمام مدت میں جب کہ خدا سارے کام انجام دے چکا ہے اس کو اب اور کوئی کام نہیں ہے اور اس نے اپنے کو بیکار بنا لیا ہے۔

امام: میں نے تم سے یہ بات کہی کہ ازل اور ابد کے درمیانی فاصلے کا اپنی قوتِ فکر سے اندازہ کرو اور اس کی مدت معین کرو، تو اس سے میرا مقصد کچھ اور ہے۔

جابر: آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

امام: میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مبداء ازل اور منتہائے ابد کے درمیان جو طولانی مدت ہے اور سو سال تک حساب کرنے اور اعداد کو چند در چند کرنے کے بعد بھی میں اور تم جس کی تعین نہیں کر سکتے وہ خدا کے لئے صرف ایک لحظہ ہے۔''

شہود و غیب و حضور

ادوار اور اعمار کے اعتبارات ہی کا ایک معمہ غیب و شہود ہے۔ پردۂ غیب، نقصِ محدودیّت ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حسن و کمال ہے۔ محدود دورِ زندگی، وسیع تر دورِ زندگی کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ یا یہ کہ وسیع تر نقشِ زندگی، محدود زندگی دورِ زندگی کے دائرۂ چشم میں نہیں سما سکتا۔ ہم اوپر دی ہوئی مثال میں اس معمے کی گرہ بھی تلاش کر سکتے ہیں۔

واضح بات ہے کہ جو سوتا رہا اس نے محدود دورِ زندگی بنایا اور جو لکھتا رہا اور بظاہر اسی ایک ساعت کے برابر عرصے میں ایک برس کا کام کرتا رہا اس نے وسیع تر دورِ زندگی بنایا۔ اور یہ بھی واضح تر بات ہے کہ جو سوتا رہا وہ بیدار رہ کر اپنے مطمحِ نظر میں سال بھر کا کام کرنے والے کا صحیح اندازہ اور واضح تصور نہیں کر سکتا۔ جب کہ دونوں کے درمیان کوئی کثیف مادّی حجاب وجود نہیں رکھتا۔ نہ مکانی بُعد اور نہ ہی بظاہر زمانی بُعد۔ لیکن نہیں! کمیت اور کیفیت کے کئی ابعاد حائل ہیں جو پردۂ غیب بن گئے ہیں!

یہاں گذشتہ بحث سے ایک فقرہ دہرا دیا جائے تو شاید کہی ہوئی بات واضح تر ہو سکے کہ ''ہم کسی انسان کی زندگی کے زمانے کے ساتھ کسی دوسرے انسان کی زندگی کے زمانے کو ہم وزن اور ''ایک'' نہیں کر سکتے۔ ہم جو کچھ کر سکتے ہیں تو یہ کہ کسی ایک انسان کی زندگی کے زمانے کے حوالے سے دوسرے انسان کی زندگی کا کچھ تشخص یا امتیاز قائم کر سکیں۔

اس نقطۂ نظر سے دو انسانوں یا دو زندگیوں کے درمیان جو کچھ (زندگی یا حقائق اور وقائع) مشخص یا ممیز ہو سکے اور ہو جائے بس وہی مشہود ہے۔ اور وہ تمام (زندگی یا حقائق اور وقائع) جو دو زندگیوں کے درمیان مشخص اور ممیز نہ ہو سکے اور نہ ہو پائے وہ سب غیب۔

مثال کے تعلق سے یہیں پر دو باتیں اور سمجھ لینے کی ہیں، ایک یہ کہ اس مثال میں ایک فرد کو سوتا ہوا فرض کیا گیا ہے اور دوسرے کو بیدار۔ یہ ضروری نہیں، دو افراد کے درمیان کیفیت اور کمیت کی کسی بھی نوعیت کا اختلاف ہو سکتا ہے جو آزادانہ اور ممیز ادوارِ حیات بنا سکتا ہے۔ اور نتیجتاً ایک کو دوسرے کی طرف سے غافل بنا سکتا ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ نسبتاً جو محدود دورِ زندگی بناتا ہے وہ وسیع تر دورِ زندگی بنانے والے کے مقابلہ میں خوابیدہ کیفیتوں ہی سے دوچار ہوتا ہے۔

دوسری یہ بات کہ جو نسبتاً محدود دورِ زندگی بناتا ہے وہ وسیع تر نقشِ حیات کا صحیح اندازہ اور واضح تصور نہیں کر سکتا۔ سوائے اس کے کہ وہ چھٹپٹا سا درک کر سکے۔ (دو زندگیوں

کے درمیان جو کچھ زندگی یا حقائق اور وقائع مشخص یا ممیز ہو سکے)۔ جو شہود کی کیفیت ہے، یا نقصِ محدودیت کی تلافی۔ لیکن جو نسبتاً وسیع تر دورِ زندگی بتاتا ہے وہ محدود دورِ زندگی کا اندازہ اور تصور کر سکتا ہے۔ جو حضور کی خاصیت ہے یا حسنِ کمال پر مستزاد ''صفت لاہوتی''۔

یوں محدود اور نامحدود میں بس یہ ربط و نسبت یقین کی حد تک تسلیم کر لینے کی چیز ہے، کہ محدود ہمیشہ خوابیدہ، بے خبر اور خسارے میں ہے اور نامحدود بیدار، عالم آگاہ اور فائدے میں۔ محدود، نامحدود کو درک نہیں کر سکتا اور نامحدود، محدود کو درک کر سکتا ہے اور یہی درک و آگاہی شہود و حضور کے امکانات ہیں۔

یہیں سے جملہ مخلوقات کی نارسائی اور رب العالمین کے فیضان کی بے کرانی کے رمز کا ایک باب کھلتا ہے۔

اور اس عقیدے کی اساس سامنے آتی ہے کہ جو اللہ کا مقرر کردہ ''امام زمانہ'' ہو، جسے ربِ کریم وسیع تر دورِ زندگی بنانے کی توفیق اور استعداد مرحمت فرما کر ہدایت و امامت پر مامور کرے وہ ہزار پردہ ہائے غیب کے باوجود خلق کی بھلائی اور رہنمائی کر سکتا ہے۔ اور ہماری محدود زندگیوں کا مشاہدہ بھی رکھتا ہے۔ البتہ ہم اسے اپنے ''نقصِ محدودیّت'' کے سبب درک نہیں کر سکتے۔ الّا یہ کہ بیدار ہو جائیں، قوتِ علم پیدا کریں اور اپنے لمحاتِ زیست میں بے پناہ وقت کی اتھاہ پنہائی کو سمیٹیں۔

(۱۷؍شعبان ۱۴۰۷ھ)

❁❁❁

بقیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسلام کا پیغام..................

حضرت فاطمہؐ اور فضہ

یہ بھی سنو کہ پیغمبرؐ اسلام کی اکلوتی بیٹی اور رہنمائے اسلام علیؑ بن ابی طالبؑ کی شریک زندگی فاطمہ زہراءؐ اپنی لونڈی فضہ کے ساتھ کیا سلوک کرتی تھیں۔

تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ گھر بار کا کام ایک روز حضرت فاطمہؐ کیا کرتی تھیں اور ایک روز فضّہ۔

اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں ملنا غیر ممکن ہے۔

شہید کربلا اور فضّہ کنیز زہراءؐ

سنو! سنو! مسلمانوں کی سب سے بڑی یادگار زندگی رکھنے والے عملی رہنما، پیغمبر کے نواسے، علیؑ و فاطمہؐ کے بیٹے، حسینؑ شہید کربلا نے کیا کیا؟

وہ جب رخصت آخری کے لئے درخیمہ پر آئے۔ سب بہنوں بیٹیوں اور تمام گھر میں رہنے والوں کو سلام رخصت کیا تو انھوں نے خصوصیت سے نام لے کر فضّہ کو بھی سلام کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ

اَلسَّلام علیٰ فضّۃ جاریۃ امّی فاطمۃ الزَّہرا۔''

مظلوم کربلا اور جون غلام ابوذر غفاری

ایک مثال اور بھی سن لو! جون حبشی غلام تھے۔ رنگ بھی سیاہ تھا اور غیر ملک کے رہنے والے تھے۔

کربلا میں حسینؑ کی نصرت میں اپنی جان نثار کی۔ حسینؑ جس طرح عزیزوں دوستوں کی لاش کے سرہانے خود گئے تھے۔ اسی طرح جون کی لاش پر بھی گئے۔ اور جون کا سر اپنے زانوں پر رکھا رخسارہ اپنا غلام کے رخسار پر رکھا اور ان کے لئے دعائے خیر کی۔

اسلام کی تاریخ اور حقیقی رہنمایان اسلام کی سیرت زندگی ایسی مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔

یاد رکھو کہ دنیا کا کوئی مذہب اپنے اصول اور عملی تعلیمات کے اعتبار سے اس طرح مساوات کی حمایت ثابت نہیں کر سکتا جس طرح اسلام۔ یقینا اسلام ہی ایک تنہا مذہب ہے جو پس افتادہ اقوام کو مساویانہ حقوق دینے کا صحیح علمبردار ہے اور ان کی ترقی و سربلندی کا ضامن ہے۔ (۲۸؍صفر ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۳۶ء) ❁❁❁